فکاہ کیا ہے؟......ایک تحقیقی وتنقیدی تجزیہ

شاہین اختر، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، لیہ

Abstract

"Fukah" is an important kind of satire and humour. This word has been originated from 'Arabic' language. In the context of humour, 'Fukah' covers all those literary terms which are discussed with reference to humour. The term. itself, is quite comprehensive. Satire, wit and humour are discussed under this term. 'Fukah' is mainly used in journalism. The greatest of the comedy writers have achieved the excellence of craft in 'Fukha' The present thesis is an attempt to understand different aspects of 'Fukah' and it has been expressed how signal a role does 'Fukha' play in the study of wit and humour.

''فکاہات''،''فکاہ'' کی جمع ہے۔ جس کے معنی خوش طبعی، زندہ دلی، لطافت اور تازگی کے ہیں۔ گویا کہ یہ لفظ ''فکاہت'' سنجیدگی کی ضد ہے۔''فکاہ'' عربی زبان کا لفظ ہے جو نہایت بلیغ ہے۔ ان معنوں میں اُردو، انگریزی اور فارسی زبان میں کوئی دوسرا لفظ موجود نہیں۔ لفظ''فکاہ'' ان تمام ادبی اصطلاحات کا احاطہ کرتا ہے جو ظرافت کے سلسلے میں استعمال ہوتی ہیں۔ یعنی مزاح طنز، پھبتی، پیروڈی اور اس سے ملتی جلتی دیگر اصطلاحات، اسی طرح انگریزی زبان میں بھی Satire, wit, Hummour وغیرہ کی مختلف اصطلاحات رائج ہیں۔

''فکاہات'' میں طنز یعنی Wit, Satire بمعنی ظرافت Hummour یعنی مزاح، پیروڈی (تحریف نگاری) سب کچھ موجود ہے۔ گویا کہ''فکاہ'' ایک ایسی اصطلاح ہے جو طنز وظرافت کے سلسلہ میں استعمال ہوتی ہے۔

انگریزی، عربی اور فارسی ادب میں ''فکاہات'' کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ جبکہ اُردو ادب میں باقاعدہ فکاہ نگاری کا رواج بہت بعد میں ہوا۔ فکاہ کیا ہے؟ کیسے جنم لیتا ہے؟ اس کے حربے کیا کیا ہیں؟ اس کے بارے میں ہر زبان کے ناقدین نے مختلف آراء دی ہیں اور یہ سب اپنی اپنی جگہ قابل قدر ہیں۔

طنز، ظرافت اور پیروڈی وغیرہ مختلف ادبی اصطلاحات ہیں اور یہ کسی صورت میں بھی ایک دوسرے کی جگہ نہیں لے سکتیں۔ مگر ان تمام میں ایک چیز قدرے مشترک ہے، وہ ہے''مزاح'' ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ طنز، مزاح، ظرافت، پھبتی، ہزل اور پیروڈی وغیرہ مختلف معنی رکھنے کے باوجود صفات میں جکڑے ہوئے ہیں۔ برج موہن دتاتریہ کیفی نے مطائبات کا شجرہ یوں بیان کیا ہے۔

مطائبات

ظرافت

بذلہ	مزاح
پند	ہزل
	طنز[۱]

ان تمام اصطلاحات میں ''مزاح''، ہی مشترک قدر رکھتا ہے۔طنز بھی وہی معیاری سمجھی جاتی ہے جس میں مزاح کا پہلو موجود ہو اور طنز، مزاح سے خالی ہو تو یا تو خشک تنقید ہوگی یا پھر گالی گلوچ۔ظرافت میں بھی مزاح کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔''مزاح'' کے بغیر یہ بے معنی ہے۔اسی طرح پیروڈی میں بھی مزاح کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا جاتا۔ڈاکٹر ظفر عالم ظفریؔ ان اصطلاحات پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''مزاح'' بہت بلیغ اور بامعنی لفظ ہے ۔طنز وظرافت کی تمام شاخیں اسی سے پھوٹتی ہیں۔ جب ہم طنز کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس میں بھی مزاح کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ ہجو بھی مزاح کے پودے پر اگنے والا ایک قدرے بے کیف پھول ہے۔ پیروڈی بھی اسی پودے کی ایک شاخ ہے۔غرض مزاح ایک گلدستہ ہے ۔جبکہ طنز، ظرافت، پھبتی ، پیروڈی ، ہجو اور ہزل وغیرہ مختلف رنگ کے پھول ہیں۔لطف کی بات یہ ہے کہ ہر پھول کی اپنی منفرد مہک اور منفرد رنگ ہے۔سب ایک ہی گلدان میں ہوتے ہوئے اپنی اپنی الگ بہار دکھاتے ہیں۔
>
> مزاح ،ظرافت ،طنز ،ہجو اور ہزل معنوی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں ۔کوئی ایک لفظ دوسرے کا قائم مقام یانعم البدل نہیں مزاح کا بنیادی مقصد صرف اور صرف فرحت وانبساط کے لمحات بہم پہنچانا ہیں۔غم، دُنیا، غز، روزگار، سیاسی وسماجی قدروں اور مذہبی ومعاشرتی اصلاح کی خواہش جہاں بھی ہوگی وہاں مزاح نہیں طنز ہوگی۔طنز میں بھی اگرچہ مزاح کو ہی اہمیت حاصل ہے لیکن اس کا مقصد پہلو یقینی ہوتا ہے۔''[۲]

یہ بات واضح ہے کہ مزاح صرف ہنسنے اور ہنسانے کا ایک حربہ ہے اس میں کوئی اور مقصد پوشیدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح ظرافت بھی اگرچہ صرف ہنسنے اور ہنسانے کا ایک ذریعہ ہے۔لیکن اس میں تخیل کی کارفرمائی اور ذہنی اپچ موجود ہوتی ہے۔یعنی ظرافت میں فکر کی بلندی اور تخیل کی جدت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔اس سلسلہ میں غالب کے خطوط کے بعض ٹکڑے ،ان کے بعض اشعار، پطرس کے مضامین، حاجی لق لق کی ماڈرن اور پولیٹیکل غزلیں بطور ثبوت پیش کی جاسکتی ہیں۔ ہنسنے ہنسانے کی اسی کوشش میں اگر مقصد کو بھی شامل کرلیا جائے۔یعنی کسی بگڑی کو بنانا، کسی قباحت کا خاکہ اڑانا، کسی بے اعتدالی کی نشاندہی کرنا ،تو یہ طنز کہلائے گا۔سترہویں صدی میں ہابز نے ہنسی کے بارے میں یہ نظریہ پیش کیا۔

> ''ہنسی کچھ نہیں اس جذبہ افتخار یا احساس برتری کے جو دوسروں کی کمزوریوں یا اپنی گزشتہ

خامیوں سے تقابل کے باعث معرضِ وجود میں آتا ہے۔''۳

اسی طرح کانٹ نے ہنسی کے متعلق لکھا:

''ہنسی اس وقت نمودار ہوتی ہے جب کوئی چیز ہوتے ہوتے رہ جائے اور ہماری توقعات اچانک ایک بلبلے کی طرح پھٹ جائیں۔''۴

کلیم الدین احمد نے اپنے مضمون اُردو ادب میں طنز وظرافت میں لکھا ہے:

''ہنسی عدمِ تکمیل اور بے ڈھنگے پن کے احساس کا نتیجہ ہے۔جس دنیا میں ہم سانس لیتے ہیں۔ وہ تکمیل سے خالی ہے۔انسان اور انسانی فطرت میں یہی ناتمامی ہے۔اس لیے ہنسی کے مواقع کی کمی نہیں۔''۵

ہنسنا، ہنسانا ایک فطری امر ہے۔اور انسان کی جبلت میں موجود ہے۔اسی لیے انسان کو حیوانِ ظریف کہا گیا ہے۔اُردو ادب کے نامور محقق اور نقاد ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے لکھا ہے:

''ہنسنا ،ہنسانا جس کا ادبی نام طنز ومزاح یا شوخی وظرافت ہے ۔آدمی کا جبلی عمل ہے۔جس طرح آدمی خوبصورت چیزوں کو دیکھ کر واہ ،واہ ،سبحان اللہ کہنے پر مجبور ہے اسی طرح وہ اپنے دوست کو دور سے دیکھ کر خوشی سے دانت نکالنے اور زندگی کے مضحک پہلوؤں پر ہنسنے پر مجبور ہے۔یہ مجبوری ،کہیں بے ادبی اور گستاخی جانی جاتی ہے کہیں لطف انگیز ونشاط آور۔''۶

فکاہات کا سب سے مقبول اور طاقتور حربہ طنز ہے طنز درحقیقت وہ ہتھیار ہے جس کے ذریعے فنکار اپنے گردوپیش میں پھیلی ہوئی لاتعداد مضحک کیفیات اور کوتاہیوں کو نشانہ بناتا ہے۔طنز نگار معاشرے کے کسی خاص حصے کا احاطہ نہیں کرتا۔ بلکہ پورے معاشرے کو اپنی گرفت میں لیتا ہے۔

سیاسی ناہمواری ہو یا معاشرتی، مذہبی بے اعتدالی ہو یا ادبی کج روی ،غرض زندہ انسانی معاشرے کا ہر موضوع فکاہات میں سما سکتا ہے۔طنزیات میں زندگی کی تصویر بھی ہوتی ہے اور تطہیر بھی طنز کے لیے حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ ضروری ہے کہ نہ تو سسکیوں کی آواز آئے نہ ہی عزت وحرمت کو ٹھیس پہنچے ۔طنز پر بحث کرتے ہوئے اُردو صحافت میں طنز ومزاح کے مصنف لکھتے ہیں:

''طنز دراصل بات کرنے کا وہ سلیقہ ہے جس سے بے راہ روی ، بے اعتدالی اور قباحتوں کا خوش اسلوبی سے تدارک ہوجائے ......طنز دراصل اصلاح کا ذریعہ ہے۔طنز نگار مسلمہ اصولوں اور آفاقی قدروں کو پامال کرنے والوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے ۔وہ نہ تو فلسفی کا اندازِ گفتگو اختیار کرتا ہے نہ پولیس والے کی زبان، وہ مبلغ کی طرح تبلیغ کرتا ہے نہ جج کی طرح سزا سناتا ہے۔وہ تو کھٹ مٹھے اور ترش وشیریں انداز میں کبھی ہلکا ،کبھی اونچا ہنستا ہے تاکہ بھٹکے ہوؤں کو شرمندگی کا احساس ہوجائے۔''۷

طنز نگار کی کامیابی کسی بات میں ہے اس پر رائے دیتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

''طنز نگار کی جیت اس میں ہے کہ وہ زندگی اور سماج کی ناہمواریوں کو یوں بڑھا چڑھا کر اور ایسے مزاحیہ انداز میں پیش کرے کہ ہم ان ناہمواریوں کی طرف متوجہ بھی ہو جائیں اور ہمیں طنز نگار کی بات بری نہ لگے......مزاح کے برعکس طنز میں نشتریت کا پہلو ضرور غالب رہتا ہے اور یہ اپنا نشانہ تمسخر کے خلاف نفرت کے جذبات کا اظہار ضرور کرتی ہے۔''۸

ڈاکٹر ظفر عالم ظفری کی طنز سے متعلق تعریف اور ڈاکٹر وزیر آغا کی طنز نگار کے بارے میں دی گئی رائے سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ معیار اور شائستگی کے ساتھ ہنستے ہنساتے راہ سے بھولے بھٹکے لوگوں کو راہ مستقیم پر لانا طنز کہلاتا ہے۔ اگر طنز معیار سے گر جائے۔ داڑھیاں نوچی جائیں۔ تہذیب، شائستگی کا لباس تار تار ہونے لگے تو یہ طنز نہیں ہجو ہے۔ ہجو گو کو کسی سے ہمدردی نہیں ہوتی۔ اس میں اصلاح کا جذبہ نہیں ہوتا۔ وہ تو مخالف کو خاک آلود کرنے، پگڑیاں اچھالنے اور بخیے ادھیڑنے میں ہی تسکین محسوس کرتا ہے اور ہجو گو محض مخالف کو نیچا دکھانے کی غرض سے خوب لتاڑتا ہے۔

اخلاقی و معاشرتی اقدار جب زیر و زبر ہوئیں، اخلاص جاتا رہے، لوگ خدا کی بجائے ظالم سے ڈرنے لگے۔ نہ دوستی رہی، نہ بھائیوں میں پیار و محبت رہی، صدق، مہر و وفا، ایسی اقدار ختم ہو گئیں۔ تو جعفر زٹلی نے نہایت اثر انگیز انداز میں معاشرے کی ایک زندہ اور متحرک تصویر ہمارے سامنے کھینچ کر رکھ دی۔

گیا اخلاص عالم سے عجب یہ دور آیا ہے
ڈرے سب خلق ظالم سے عجب یہ دور آیا ہے
نہ یاروں میں رہی یاری نہ بھائیوں میں وفاداری
محبت اٹھ گئی ساری ، عجب یہ دور آیا ہے
نہ بولے راستی کوئی ، عمر سب جھوٹ میں کھوئی
اتاری شرم کی لوئی ، عجب یہ دور آیا ہے
بہت سے مکر جو جانے ، اسی کو سب کوئی مانے
کھرا کھوٹا نہ پہچانے ، عجب یہ دور آیا ہے

مرزا رفیع سودا بہت بڑے ہجو گو ہیں۔ ان کی ہجویات میں ہمیں کچھ ایسی ہی تصویر نظر آتی ہے جس میں مزاح اور طنز نہیں بلکہ ذاتی رنجش، عناد اور نفرت کے جذبات نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان کا قصیدہ ''در ہجو اسپ'' دیکھنے کو گھوڑے کی ہجو ہے۔ لیکن دراصل انھوں نے اس دور کی معاشی بدحالی پر بھرپور انداز میں چوٹ کی ہے۔

جعفر زٹلی اور سودا کے علاوہ مولانا ظفر علی خان کے ہاں بھی ہجو کی کہیں کہیں مثالیں پائی جاتی ہیں۔ ہجو کو ظرافت کے گلدستے میں کانٹوں کی حیثیت حاصل ہے کیونکہ کانٹوں کا کام زخمی کرنا اور دامن کو تار تار کرنا ہے۔ برج موہن دتاتریہ کیفی نے اپنی کتاب کیفیہ میں لکھا ہے:

''جب مزاح میں عوامیت اور فحش داخل ہو جائے تو وہ ہزل ہے''۹

آگے چل کر طنز کے بارے میں دتاتریہ کیفی لکھتے ہیں:

''جب طنز کا نشانہ کوئی خاص قباحت یا عام رجحان ہو تو وہ طنز ہے''۔۱۰

ہزل اور طنز کے بارے میں دتاتریہ کیفی کی رائے یقیناً بہت وزنی ہے کہ مزاح جب عوامی سطح پر آ جائے اور اس میں عوام کی گفتگو، گالی گلوچ اور فحش انداز کا شامل کر لیا جائے تو ہزل کہلاتا ہے۔اسی طرح کسی قباحت، کسی خامی یا کوتاہی کو ظرافت کے پردے میں پیش کیا جائے تو وہ طنز کہلاتا ہے۔اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ طنز میں ظرافت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ظرافت کے بغیر طنز اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھتا ہے۔

حواشی:

۱۔ کیفی، برج موہن دتاتریہ، کیفیہ، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، بار دوم، ۱۹۵۰ء، ص: ۳۳۳

۲۔ ظفری، ظفر عالم، ڈاکٹر، اُردو صحافت میں طنز و مزاح، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۴ء، ص: ۱۸

۳۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اُردو ادب میں طنز و مزاح، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۷۷ء، ص: ۲۹

۴۔ ایضاً، ص: ۳۰

۵۔ کلیم الدین احمد، اُردو ادب میں طنز و مزاح (مشمولہ مضمون) طنز و مزاح (تاریخ۔تنقید۔انتخاب)، ترتیب و تہذیب از ڈاکٹر طاہر تونسوی، لاہور: سنگ میل، ۱۹۸۹ء، ص: ۳۵

۶۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو کی ظریفانہ شاعری، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۸۸ء، ص: ۱۴

۷۔ ظفری، ظفر عالم، ڈاکٹر، اُردو صحافت میں طنز و مزاح، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۹۶ء، ص: ۲۱

۸۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اُردو ادب میں طنز و مزاح، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۷۷ء، ص: ۵۷

۹۔ کیفی، بزجموہن دتاتریہ، کیفیہ، کراچی، انجمن ترقی اُردو پاکستان، بار دوم، ۱۹۵۰ء، ص: ۳۳۴

۱۰۔ ایضاً، ص: ۳۳۸